Fikr-o-Nasar (Islamabad) 13:3 (1975)

رمی جمار

شرف الدین اصلاحی

وہ بھی کیا دن ہوگا جب ابراہیم خلیل اللہ نے اللہ سے حقیقی خلت و محبت کا امتحان پاس کر لیا ہوگا۔ واقعتہً یہ بڑا مشکل مقام ہوتا ہے۔ ؎

اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں
فیضانِ محبت عام تو ہے عرفانِ محبت عام نہیں

غرض یہ کہ اللہ کی طرف سے خلیل الرحمٰن کا مقام مفت نہیں مل جاتا حضرت ابراہیمؑ کی طرح فیضانِ محبت سے فیضیاب ہونے کے ساتھ عرفانِ محبت بھی حاصل کرنا پڑتا ہے۔

حضرت ابراہیمؑ جب اپنے اکلوتے لختِ جگر اسمٰعیلؑ کو خدا کی راہ میں قربان کرنے جا رہے تھے تو بھلا شیطان کیسے چپ رہتا۔ تین مقامات پر زمین سے سر نکالا اور "اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ" کہنے والے ابراہیمؑ کو راہِ مستقیم سے ہٹانے کی کوشش کی حضرت ابراہیمؑ نے کنکریوں سے مار کر اسے بھگا دیا۔ ان تینوں مقامات پر آج تک نشان بنا ہوا ہے اور دینِ ابراہیمؑ پر قائم رہنے والے لاکھوں مسلمان اس واقعے کی یاد میں آج تک وہاں پر کنکریاں پھینکتے ہیں۔

ان جمرات کے نام مکے کی طرف سے منیٰ کی طرف چلئے تو جمرۃ الکبریٰ، جمرۃ الوسطیٰ اور جمرۃ الصغریٰ ہیں۔ جمرۃ الکبریٰ کو جمرۃ العقبۃ الاولیٰ بھی کہتے ہیں۔ اور کبھی منیٰ کی طرف سے شمار کرتے ہوئے مکے کی طرف آئیں تو اسے جمرۃ الثالثہ بھی کہہ دیتے ہیں۔ یہ ایک دوسرے سے بہت دوری پر واقع نہیں ہیں لیکن ایسے نزدیک بھی نہیں ہیں کہ ان کے مابین دو چار گز کے فاصلے سمجھ لیں۔

جمرۂ کبریٰ منیٰ اور مکہ کی تقریباً سرحد پر واقع ہے۔ مکہ کی وادی محصب جسے اب معابدہ کہتے

○ اس مضمون کی تیاری میں مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی سے مدد لی گئی۔

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

ہیں اور جہاں آج کل رابطۃ العالم الاسلامی کا دفتر ہے۔ اس وادی کا کنارہ جہاں وادی منیٰ سے ملتا ہے اس سے قریب ہی جمرۂ کبریٰ واقع ہے۔ اس لئے بعض لوگوں نے اسے منیٰ کا جزء سمجھنے کی بجائے وادیٔ مکہ کا جزء سمجھا ہے لیکن واقعہ یہ نہیں ہے۔ شاہراہ سے ذرا ہٹ کے واقع ہے اور پہاڑی کی ڈھلان پر ہے۔ تینوں جمروں کے نشان پر پتھر کے انمل بے جوڑ قسم کے موٹے موٹے ستون سے بنے ہوئے ہیں۔ انہی پر حجاج رمی جمار کرتے ہیں۔ ہر ایک پر سات سات کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ دسویں ذی الحجہ کو صرف جمرۂ کبریٰ پر اور باقی گیارہویں اور بارہویں کو تینوں پر۔

ہر بار لوبیا کے دانے کے برابر سات سات کنکریاں پھینکی جاتی ہیں اور اس طرح حاجی اپنے اس اقرار کا اعادہ کرتا ہے کہ ہم دینِ ابراہیم پر قائم ہیں اور شیطان کے بہکاوے میں ہرگز نہ آئیں گے۔

رمی جمار پر کچھ کہتے ہوئے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے دو چار سطروں میں یہ بتا دیا جائے کہ کنکریاں پھینکنا بطورِ ایک رسمِ عبادت کے کب سے جاری ہے اور کہاں کہاں جاری ہے۔

اولادِ اسمٰعیل میں جو روایات اباً عن جدٍ جاری ہیں ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رمی کی ابتداء حضرت ابراہیمؑ کے ہاتھوں اسی طرح ہوئی تھی۔ جیساکہ اوپر ذکر کیا گیا لیکن خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ابوالانبیاء ابراہیمؑ اور خلیل الرحمٰن ابراہیم کے اس عمل سے دنیا کتنی متاثر ہوئی۔ عرب میں تو زمانۂ جاہلیت میں بھی اس کا رواج موجود ہی تھا۔ دوسری اقوام میں بھی اس کا نشان مل جاتا ہے کہ ان کے ہاں عبادات و مناسک میں کہیں نہ کہیں کنکریاں مارنے کا رواج بھی موجود تھا۔ اس کے لئے ہندوستان، مصر اور عراق کی دیو مالاؤں میں نشان مل جاتا ہے۔ اور اب بھی بعض قوموں میں اپنے تیرتھ استھانوں پر کنکریاں مارنے کا رواج موجود ہے۔

عشق و محبت والوں کی دنیا ہی کچھ نرالی ہے۔ کنکری پھینکنا کیا چیز ہے۔ وہ تو اپنے آپ کو اور اپنی عزیز ترین شے کو قربان کر کے بھی خوش ہوا کرتے ہیں اور عشق و محبت والے کس قوم میں نہیں پیدا ہوئے ہیں۔ اس لئے مقامِ خلت و محبت کے امام حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی سنت پر اگر دوسری قوموں نے عمل کیا ہو تو تعجب کی کوئی بات نہیں۔

ان تینوں جمرات پر رمی صرف حج کے موقع پر کی جاتی ہے۔ اسے رمی الجمار کہتے ہیں۔ رمی کے معنی پھینکنا اور جمار جمرہ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں کنکریاں۔ اس لئے اس عمل کو رمی جمار کہتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر دسویں تاریخ کو صرف جمرۂ کبریٰ پر رمی کی تھی اور گیارھویں بارھویں کو تینوں پر۔ اس طرح یہ مناسک حج کا ایک ضروری عمل قرار پاتا ہے۔ لیکن ضروری ہونے کا مطلب نہیں ہے کہ یہ حج کا رکن ہے اس کے چھوٹ جانے سے حج نہیں ہوگا۔ بلکہ اس میں نیابت بھی جائز ہے۔ کوئی عورت، کمزور، بوڑھا یا کوئی بھی شخص جو اس میں دقتِ شدید محسوس کرے اپنی طرف سے کسی دوسرے کو کنکریاں دے کر کنکری مارنے کے لئے بھیج سکتا ہے اور نائب کا یہ عمل اس کے لئے کافی ہو جائے گا اور اگر بالکل ہی چھوٹ جائے تو ایک قربانی کے ذریعے سے اس کا کفارہ ہو جاتا ہے۔

حج میں تین باتیں ایسی ضروری ہیں کہ نہ ان کی نیابت ہو سکتی ہے اور نہ ان کا کفارہ یا فدیہ ہو سکتا ہے۔ وہ تین باتیں علی الترتیب یہ ہیں۔ حج کا احرام، ۹ تاریخ کو بعد زوال آفتاب وقوف عرفہ چاہے وہ گھنٹے ہی قلیل وقت کے لئے ہو اور عرفات سے واپس آکر طواف افاضہ جسے طواف رکن یا طواف زیارت بھی کہتے ہیں۔ ان تین اعمال کے علاوہ حج میں جو اعمال ہیں ان میں فدیہ، کفارہ اور بعض میں نیابت بھی جائز ہے۔ بعض کے چھوٹ جانے پر قربانی، روزہ یا صدقہ واجب آتا ہے اور بعض کے چھوٹنے سے کوئی فدیہ بھی واجب نہیں آتا۔

رمی ان اعمال میں سے ہے جن کے چھوٹنے سے قربانی واجب آتی ہے بشرطیکہ کوئی شخص قربانی کرنے کی استطاعت رکھتا ہو۔ اور کوئی دوسرا شخص نائب بن کر دوسرے کی طرف سے رمی بھی کر سکتا ہے بشرطیکہ نائب بنانے والے نے اسے نائب بنایا ہو اور کسی وجہ سے بنایا ہو۔

رابطۂ عالم اسلامی کی تجویز میں جسے اجلہ علماء کی تائید حاصل ہے یہ کہا گیا ہے کہ رمی صرف دن ہی کو نہیں بلکہ رات کو بھی کی جا سکتی ہے۔ روایاتِ صحیحہ کو دیکھتے ہوئے اس تجویز میں کوئی خرابی نظر نہیں آتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر حضرت اسماءؓ بنت ابی بکر اور ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کو رات کے وقت رمی کیلئے اجازت مرحمت فرمائی تھی۔

اور اس میں یہ کہیں مذکور نہیں ہے کہ انہیں کسی عذرِ شرعی کی بنا پر یہ اجازت دی گئی تھی اور ویسے بھی ہمارے فقہائے کرام عورتوں کے لئے رات کے وقت رمی کی اجازت دیتے ہیں۔ اب خالص فقہی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مردوں کو اجازت نہیں کیوں دی جائے اس لئے کہ کوئی روایت ممانعت کی نہیں ملتی۔ نہ کوئی ایسا واقعہ ملتا ہے کہ کسی صحابیؓ نے اجازت طلب کی ہو اور حضور صلعم نے رات کے وقت اس کو رمی سے منع کیا ہو۔ اس لئے اگر یہ عمل عورتوں کے لئے رات کو جائز ہے تو مردوں کے لئے بھی جائز ہے۔

مناسکِ حج میں ہمارے پاس جو قرآنی ہدایات صریحاً موجود ہیں مثلاً کوئی بیماری کی وجہ سے سر نہ منڈوا سکے تو روزہ یا صدقہ یا قربانی سے اس کا فدیہ دے سکتا ہے یہ حکم صریحاً قرآن مجید میں موجود ہے۔ یا کوئی آفاقی متمتع قربانی کی سکت نہ رکھتا ہو یا قربانی کے جانور کا حصول ممکن نہ ہو تو اسے دس روزے رکھنے چاہئیں۔ تین وہیں اور سات گھر واپس آکر۔ اس طرح کے جو صریحی احکام حج کے متعلق قرآن مجید میں موجود ہیں ان میں رمی جمار کا کوئی حکم نہیں ملتا ہے۔ اس لئے رمی سے متعلق تمام ہدایات ان روایات سے اخذ کی جاتی ہیں جو صحابہؓ کرام نے حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول عمل یا تقریر کے متعلق بیان کی ہیں۔

ان روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ رمی کے مقدم یا مؤخر ہونے پر کوئی کفارہ یا فدیہ عائد نہیں ہوتا۔ اگرچہ اعمال رسول اللہ میں دسویں تاریخ کا عمل بہ ترتیب یہی تھا کہ رمی پھر قربانی پھر حلق پھر طواف افاضہ۔ لیکن یہ روایت بھی موجود ہے کہ جب ایک صحابیؓ نے اپنے عمل میں اس ترتیب کو قائم نہیں رکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کسی فدیہ یا کفارے کا حکم نہیں دیا بلکہ یہ کہہ دیا کہ کوئی حرج نہیں۔ بلکہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں صریحاً یہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک سے زیادہ آدمیوں کو آپ نے ترتیب کے بدلنے پر کوئی حرج نہیں کہا ہے۔

ساری روایتوں پر غور کرنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ رمی کسی وقت کی جاسکتی ہے اصالۃً بھی کی جاسکتی ہے اور نیابتہً بھی کی جاسکتی ہے۔ بہ ترتیب مسنونہ کی

بھی کی جا سکتی ہے اور بلا ترتیب بھی کی جا سکتی ہے۔ البتہ حج کے اعمال میں مذکورہ بالا اصل تین اعمال احرام، وقوفِ عرفہ اور طوافِ افاضہ کی ترتیب نہیں بدل سکتی کہ اصل حج یہی تین اعمال ہیں۔

آج کل رمی کے موقع پہ اتنا ازدہام ہوتا ہے کہ ہر سال ہاتھ پیر ٹوٹنے کے بلکہ کمزوروں اور عورتوں کے مرنے تک کے واقعات پیش آجاتے ہیں قرآن مجید میں اللہ جل جلالہٗ نے فرمایا ہے کہ اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے تنگی نہیں چاہتا۔ اس لئے اگر حدود عبادت اور سنتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو سامنے رکھتے ہوئے رات کے وقت رمی کی اجازت دے دی گئی تو یہ امر نہ شریعت کی روح کے خلاف ہے اور نہ ظاہر عمل عبادت کے خلاف ؛

خریدار توجہ فرمائیں

خریداروں کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ ستمبر ۱۹۷۵ء سے 'فکر و نظر' کی نئی قیمت درجِ ذیل شرح سے ہوگی :

اندرونِ ملک فی پرچہ ایک روپیہ اور سالانہ چندہ دس روپے۔

بیرونِ ملک فی پرچہ ۵۰ سینٹ یا ۱۵ پنس اور سالانہ ۵ ڈالر یا ۲½ پونڈ۔

یہ قدم طباعت کی گرانی کے پیشِ نظر اٹھایا گیا ہے۔ امید ہے کہ خریدار حضرات اس اضافے کو بطیبِ خاطر گوارا کریں گے۔